[illegible] فرمادے گا خواہ کسی آبرومند کے لیے آبرومندانہ طور پر ہو یا کسی بے آبرو کے لیے ذلت و [illegible] کے طور پر۔ (حدیث کے راوی کہتے ہیں کہ) اس طرح پورا دین اللہ کا ہو جائے گا۔

یعنی اللہ تعالیٰ کسی کو عزت و آبرو اس طور پر عطا کرے گا کہ وہ اسلام قبول کر لے۔ یا ذلیل اس طرح بنائے گا کہ وہ اس کا اطاعت گزار یا باج گزار بن جائے۔ چنانچہ اس حدیث کی شرح ملا علی قاری فرماتے ہیں: "بعز عزیز" سے مراد وہ لوگ ہیں جو برضا و رغبت بغیر جنگ و جدال اسلام قبول کر لیں گے۔ اور "ذل ذلیل" سے مراد وہ لوگ ہوں گے جو اسلام تو قبول نہیں کریں گے طوعاً و کرہاً ذمی بن کر جزیہ ادا کریں گے یا جنگ کر کے قید و بند کی تکالیف جھیلیں گے۔ اور یہ [illegible] اس آیت کریمہ سے ماخوذ ہے: هُوَ الَّذِیْ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰی وَدِیْنِ الْحَقِّ لِیُظْهِرَهٗ عَلَی الدِّیْنِ كُلِّهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ۔ (وہی ہے جس نے اپنے رسول کو [illegible] اور دین حق دے کر بھیجا تاکہ وہ اس کو تمام ادیان پر غالب کر دے، اگرچہ مشرک [illegible] ہیں) اور کہا گیا ہے کہ یہ بات آخر زمانے میں پوری ہوگی۔"[1]

[illegible] اصل یہ ہے کہ ہماری اصل منزل روحانی و مادی دونوں حیثیتوں سے [illegible] کی کامل سربلندی ہے، اس طور پر کہ دنیا کی تمام قومیں اور تمام گھرانے [illegible] تسلیم کریں اور اس کے سامنے پوری طرح ہتھیار ڈال دیں۔ [illegible] یہ اسلامی [illegible] دوں کے سوچنے کی بات ہے کہ وہ اس مقصد عظیم کو حاصل کرنے [illegible] اور مسلم معاشروں کو کن خطوط پر چلائیں۔ مگر اتنی بات تو طے ہے کہ جب تک [illegible] درمیان بنیادی خرابی (وھن) موجود رہے گا، مسلم معاشرہ صحیح اور مثبت [illegible] بڑھ سکے گا۔ اور جب تک یہ "وھن" دور نہ ہوگا اسلام کا رعب و دبدبہ [illegible] سکے گا۔ اور جب تک یہ رعب و دبدبہ قائم نہ ہو اسلام کی نشأۃِ ثانیہ کی حیثیت ایک

---

[1] [illegible] مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، ۱/۹۸ - ۹۹، مطبوعہ بمبئی۔

© rasailojaraid.com

خواب پریشاں کی سی رہے گی۔

دین اسلام کے اس عالمگیر اور ہمہ گیر غلبے اور استیلاء کے لیے ضروری ہے کہ دنیا بھر کے تمام مسلم ممالک مل کر متفقہ و متحدہ طور پر کوئی لائحۂ عمل بنائیں اور جتنی جلد ہو سکے اپنے سارے قومی اور جغرافیائی اختلافات کو مٹا کر ایک عظیم تر مقصد کی خاطر ایک جھنڈے تلے جمع ہو جائیں۔ یا کم از کم اور ابتدائی اقدام کے طور پر باہمی ایک مشترکہ یونین قائم کرلیں۔ اگر مسلم ممالک کے موجودہ اختلافات اسی طرح باقی رہے تو سب کے سب آپس ہی میں دست بگریباں ہو کر اپنی توانائی ختم کرلیں گے اور ایک ایک کر کے سب مٹ جائیں گے۔ لہٰذا اسلام کی دوبارہ سربلندی کا یہ مقصد عظیم کسی بھی حال میں نظروں سے اوجھل نہ ہونا چاہیے۔ یہ اسلام کے لیے بہت نازک اور کٹھن وقت ہے جو باہم دست و گریباں ہونے کا نہیں بلکہ باہم شیر و شکر ہونے کا ہے۔

دین اسلام کو صحیح معنی میں غالب اور پوری دنیائے اسلام کو صحیح اور حقیقی معنی میں متحد کرنے کے لیے ضروری ہے کہ "خلافتِ اسلامیہ" کے فراموش شدہ تصور کو پھر سے زندہ کیا جائے۔ جس کے باعث بے شمار فوائد حاصل ہونے کی توقع ہے۔ لہٰذا آئندہ سطور میں اس کے متعلق چند گزارشات پیش کی جاتی ہیں۔ (باقی آئندہ)

قاموس القرآن

مؤلفہ قاضی زین العابدین میرٹھی

یہ قاموس بہ ترتیب حروف تہجی جس میں تمام الفاظ قرآنی کے معنی اور ان کی صرفی و نحوی تشریح درج کی گئی ہے۔ معارفِ علوم قرآنیہ کی مختصر انسائیکلوپیڈیا قیمت مجلد ۱۸/-

مکتبہ برہان، اردو بازار، جامع مسجد، دہلی ۶

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

خدا پرستی اور مادیت کی جنگ

جناب سید کاظم صاحب نقوی، ریڈر شعبۂ دینیات، مسلم یونیورسٹی علی گڑھ

(۱)

نظامِ کائنات اور وجودِ خدا:

وجود خدا کی طرف انسانی فطرت بھی راہنمائی کرتی ہے اور عقل بھی۔ یقیناً اگر فطرت کو طرح طرح کے مخصوص اسباب اس کے راستے سے روگردان نہ بنا دیں تو وہ وجود خدا کے متعلق انسان کے دل کو مطمئن بنا دیتی ہے۔ فطرت اس عقیدے کے دل کی گہرائیوں تک پہنچنے کا ذریعہ ہے عقل کو دل سے نہیں دماغ سے سروکار ہے۔ وہ انسان کے دماغ کو خدا کے ماننے پر مجبور کرتی ہے۔ اس سلسلے میں عقل اور فطرت کے درمیان اس لحاظ سے بھی فرق ہے کہ فطرت کی راہنمائی کا دائرہ ہر شخص کی ذات تک محدود ہے۔ مصائب و آلام کے بادل جب انسان کے سر پر گرجتے ہیں، ظاہری اسباب اور ذرائع کے بندھن جب ٹوٹ جاتے ہیں، انسان جب اپنے اردگرد نگاہ دوڑاتا ہے تو اسے ہر طرف اندھیرا ہی اندھیرا نظر آتا ہے، ہر طرف سے اس کے سامنے مایوسی ہی مایوسی آتی ہے، نجات کی کوئی راہ اور امید کی کوئی کرن دور دور تک دکھائی نہیں دیتی۔ یکایک اس کی فطرت اس کے دھڑکتے ہوئے دل پر ہاتھ رکھ کر کہتی ہے کہ اے انسان! نا امید نہ ہو، اس عالمِ بے سروسامانی میں کوئی با اقتدار ذات ہے جو تجھے نجات دے سکتی ہے۔ ذات الٰہی کی جانب اس فطری کشش کو صرف اس شخص کا دل محسوس کرتا ہے جسے نا امیدیاں ہر طرف سے گھیرے ہوئے ہوں۔ وہ ہرگز اس پر قادر نہیں ہے کہ اپنی واردات قلبی کو دوسرے کے دل میں ڈال دے قلبی کیفیات سے دوسرے کو آگاہ کیا جا سکتا ہے لیکن انھیں دوسرے کے دل میں پیدا نہیں کیا جا سکتا۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

وہ کیفیتیں وجود میں نہیں لائی جا سکتیں، خود بخود مخصوص حالات میں وجود میں آتی ہیں۔

عقلی راہنمائی کی نوعیت اس فطری راہنمائی سے مختلف ہے۔ جس شخص کا دماغ کسی دلیل سے وجودِ خدا کا قائل ہوا ہے اس کا عقیدہ اس کی ذات تک محدود نہیں ہے۔ وہ اسی دلیل کے ذریعہ اس بارے میں دوسرے کے ذہن کو بھی مطمئن بنا سکتا ہے۔ وہ جس طرح خود وجودِ خدا کا معتقد ہے اسی طرح دوسروں کو بھی قائل کر سکتا ہے۔ مختلف قسم کے ادلّہ وجودِ خدا تک عقلِ انسانی کو پہنچاتے ہیں۔ ان میں سے بعض کا سرچشمہ ایسے علوم ہیں جن کا احساس اور تجربہ سے تعلق ہے اور کچھ وہ ہیں جن کی بنیاد فلسفہ ہے۔

انسانی زندگی کی تاریخ بہت پرانی اور لمبی ہے۔ ہر شخص ایک مخصوص دماغی صلاحیت رکھتا ہے۔ ہر ایک کے پاس معلومات کا ایک مخصوص ذخیرہ ہے۔ وہ اپنے علم و فہم کے مطابق خدا کو پہچاننے کی کوشش کرتا ہے۔ علمی اور فلسفی ادلّہ کی مدد سے اس کے متعلق طرح طرح کے فیصلے کرتا ہے، یہ تصور غلط ہے کہ خدا کے... ہونے یا نہ ہونے کے متعلق فیصلہ کرنا دشوار ہے، اتفاق سے وہ آسان اور بہت آسان ہے۔ یہ عالم کائنات درہم برہم اور غیر منظم نہیں ہے، اس کا نظامِ وجودِ خدا کی انتہائی مضبوط دلیل ہے جو مجموعی طور پر ہر ایک کے مطمئن بنانے کے لیے کافی ہے۔ درحقیقت موجوداتِ عالم ایک ایسی کتاب کے مانند ہیں جس کا ہر ہر صفحہ بلکہ ہر ہر سطر اس کے مرتب اور منظم ہونے کو بتاتی ہے۔ قرآن مجید اور عظیم المرتبت راہنمایانِ دین نے صاحبانِ عقل کو بڑے پر زور انداز سے اس کتاب کے غور سے پڑھنے کی ہدایت کی ہے۔ اتنا ہی نہیں۔ انھوں نے موجوداتِ عالم کے حیرت انگیز نظم و ترتیب کے کچھ نمونے بھی پیش کر دیے ہیں تاکہ نکتہ رس اشخاص کتابِ خلقت کو پڑھتے اور اس کے دل میں چھپے ہوئے اسرار و رموز کی چھان بین کرنے کی طرف متوجہ ہوں۔

ارشادِ قرآنی ہے:

قُلِ انْظُرُوْا مَاذَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ؛ "اے رسول! تم ہمارا یہ حکم لوگوں کو سنا دو کہ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اس کا حق ہے کہ وہ غور کریں کہ ان آسمانی کُروں اور خود کرۂ زمین میں کیسے کون سی چیزیں اعمال کے وجود میں کیسے کیسے اسرار و رموز پوشیدہ ہیں"۔ (یونس - ۱۰۱)

إِنَّ فِي خَلْقِ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَاخْتِلَافِ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَالْفُلْكِ الَّتِي تَجْرِي فِي الْبَحْرِ بِمَا يَنْفَعُ النَّاسَ وَمَا أَنْزَلَ اللَّهُ مِنَ السَّمَاءِ مِنْ مَاءٍ فَأَحْيَا بِهِ الْأَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا وَبَثَّ فِيهَا مِنْ كُلِّ دَابَّةٍ وَتَصْرِيفِ الرِّيَاحِ وَالسَّحَابِ الْمُسَخَّرِ بَيْنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ لَآيَاتٍ لِقَوْمٍ يَعْقِلُونَ ۝

"یقیناً زمین اور دوسرے آسمانی کُروں کی پیدائش میں، دن و رات کے پیچھے بعد دیگرے آنے جانے میں، ان کشتیوں میں جو سمندروں کی سطح پر لوگوں کے لیے مفید اشیاء لے کر چلتی ہیں۔ ان بارشوں میں جو بلندیوں سے زمین پر ہوتی ہیں۔ جن سے خدا مردہ زمینوں کو زندہ کرتا ہے جن کے آغوش میں ہر قسم کے چوپائے اس نے پھیلا دیے ہیں، ان بادلوں میں جو زمین و آسمان کے درمیان حکم خدا کے فرماں بردار ہیں، اس کی قدرت، حکمت اور عظمت کی نشانیاں ہیں صاحبانِ عقل کے واسطے"۔

عربی زبان میں "رویت" اور "نظر" کے معنی میں فرق ہے۔ رویت کے معنی ہیں آنکھ سے دیکھنا۔ لیکن "نظر" علمی نگاہ کو کہتے ہیں۔ نظر، یعنی غور و خوض کرنا۔

قرآن اور قرآنی تعلیمات کے علمبرداروں نے کائناتِ عالم کے متعلق لوگوں کو غور و خوض کرنے کی دعوت کیوں دی۔؟ اس کا مقصد یہ تھا کہ ہر شخص میں یہ صلاحیت ہے کہ وہ اپنی ذہانت کے مطابق ان موجودات میں جو نظم و ضبط کے چمکتے ہوئے نمونے موجود ہیں انھیں دیکھ سکے۔ وہ اس حیرت انگیز نظم کو دیکھ کر یہ فیصلہ کرے کہ وہ بغیر کسی صاحب عقل و شعور طاقت کے پیدا کیے وجود میں نہیں آسکتا۔ یہ غیر ممکن ہے کہ اندھا۔ بہرا۔ گونگا۔ بے حس۔ بے زبان۔ بے شعور مادہ خود اپنے کو اس طرح منظم اور مرتب کرے۔

نیچرل سائنس کے گوناگوں شعبے ہیں۔ اس کی ہر شاخ درحقیقت اس عالم خلقت کے کسی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ایک گوشے کے نظم و ترتیب کو نمایاں کرتی ہے۔ اس میں کوئی شبہ نہیں ہے کہ انسان نے ان موجودات کے بہت سے سربستہ رازوں کا پتہ چلا لیا ہے۔ اس کے مجہولات کو ہمالیہ کے مانند ہیں۔ اس نے اس کی بہت سی اونچی اونچی چوٹیاں فتح کرلی ہیں۔ اس کی حیرت انگیز علمی کامیابیوں کی تعداد کم نہیں ہے۔ اس نے اس عالم کے تعجب انگیز اور بال سے زیادہ باریک نظم و ترتیب معلوم کرنے کے لیے غیر معمولی انتھک کوششیں کی ہیں۔ لیکن اس کے باوجود انسان کا علم اس کی جہالت کے بہ نسبت کم اور بہت کم ہے۔

یہ علوم طبیعیہ صاف صاف ہمیں دو باتیں بتاتے ہیں۔ ایک یہ کہ اس کائنات کا کوئی چھوٹے سے چھوٹا ذرہ یہاں تک کہ وہ جسے سائنسداں اپنی زبان میں ایٹم کہتے ہیں انتہائی مرتب اور منظم ہے۔ ہر چیز ایسے اصول اور قوانین کی پابند ہے جن میں کسی قسم کی تبدیلی نہیں ہوتی۔ دوسرے یہ کہ عالم وجود کا یہ عجیب و غریب نظم و ضبط پکار پکار کر کہہ رہا ہے کہ وہ کسی صاحب عقل و شعور طاقت کی کرشمہ سازی ہے، وہ خود بخود وجود میں نہیں آگیا ہے۔

اس دلیل کی عمارت مندرجہ ذیل ستون پر قائم ہوئی ہے:

الف۔ کوئی چیز از خود پیدا نہیں ہو سکتی:

ہر وہ چیز جو عدم سے وجود میں آئے۔ پہلے معدوم اور پھر موجود ہو اس کی کوئی نہ کوئی علت ہوتی ہے۔ علت و معلول کا اصول عمومی اور ہمہ گیر ہے۔ غالباً یہ اصول بدیہی ہے۔ ہر شخص بغیر غور و خوض کیے اس کی تصدیق کے لیے تیار ہے۔ کسی نے یہ نہیں دیکھا کہ جو چیز کسی وقت میں نہ ہو وہ بعد میں خود بخود بغیر کسی علت و سبب کے وجود میں آجائے۔ ہم دیکھتے ہیں کہ تین چار برس کے بچے گویا سوال اور پوچھ گچھ کا پتلا ہوتے ہیں۔ وہ کسی آواز کو سن کر فوراً اپنے بزرگوں سے پوچھتے ہیں کہ وہ کس کی ہے اور کہاں سے آرہی ہے؟ جب کوئی درخت ان کی آنکھوں کے سامنے گر جاتا ہے۔ کوئی مکان ڈھے جاتا ہے تو وہ فوراً دریافت کرتے ہیں کہ ایسا کیوں ہوا؟ اس کے معنی یہ ہیں کہ ان کے دماغ میں یہ بات پیوست ہے کہ کوئی چیز پہلے نہ ہو وہ بعد میں بغیر کسی علت اور سبب کے موجود نہیں ہوتی ہے۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ب۔ کسی شے پر سرسری نظر نہ کیجیے:

انسانی عقل نے ناقص اور کمزور ہونے کے باوجود اس عالم کائنات کی اکثر و بیشتر چیزوں کو انتہائی منظم و مرتب پایا ہے۔ تجربہ گاہوں، رصد خانوں اور علمی مرکزوں میں جو کوششیں ہو رہی ہیں۔ ان کا مقصد یہ ہے کہ انسان اس نظام کا پتہ چلائے جس کے تمام موجودات پابند ہیں، ان اسرار و رموز کو معلوم کرے جو ان کے دل میں موجود ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ اس عالم خلقت کے راز ایک ناپیدا کنار دریا کے مانند ہیں۔ انسان اپنی حیرت انگیز ریسرچ کے ذریعہ اس میں بیر کر صرف چند گز طے کر سکا ہے۔ اسے ابھی علوم طبیعیہ کی صرف الف۔ ب آئی ہے۔ علم و دانش کے میدان میں انسان جتنا جتنا آگے بڑھ رہا ہے اس عالم خلقت کے متعلق اس کی حیرانی میں برابر زیادتی ہو رہی ہے۔ اسے اپنی جہالت اور ناواقفیت کا زیادہ سے زیادہ اندازہ ہو رہا ہے۔ بلا شبہ اس کے مطالعہ کا دائرہ بہت وسیع ہو گیا ہے۔ آج ایک چھوٹے سے ذرّے سے لے کر کہکشاں تک، ایک حقیر جرثومہ سے لے کر انسان تک اس کی نظر میں ہے۔ لیکن اس کے باوجود اسے اقرار ہے کہ وہ بہت سی باتیں نہیں جانتا۔ سائنسداں کبھی کوشش کرتے رہتے ہیں کہ اپنے مفروضات کو واقعیت اور حقیقت کا جامہ پہنائیں۔ لیکن ایسا محسوس ہوتا ہے کہ جوں جوں وہ حقائق سے نزدیک ہوتے ہیں حقیقتیں ان سے دور ہوتی چلی جاتی ہیں۔ سائنسدانوں کے ایسے اقوال کثرت سے موجود ہیں جن میں اپنے معلومات کے انتہائی محدود ہونے کا اعتراف کیا گیا ہے۔ گویا کہ علم ایک سیڑھی کے مثل ہے جس کی صرف چند سیڑھیاں انسان نے طے کی ہیں۔ اسی لیے جب ریاضیات کے مشہور و معروف ماہر آئن اسٹائن (Einstein) سے اس عالم میں جب کہ وہ اپنے کتب خانہ کی سیڑھی کے پاس کھڑے ہوئے تھے پوچھا گیا کہ آپ کے معلومات کو آپ کے مجہولات سے کیا نسبت ہے تو انھوں نے اس سوال کے جواب میں کہا کہ ان دونوں کے درمیان وہی تناسب ہے جو اس چھوٹی سی سیڑھی اور آسمانوں کی اس غیر محدود فضا کے درمیان ہے۔ میں نے ابھی علم کی چند سیڑھیاں طے کی ہیں۔ انسانی معلومات انتہائی کم اور ناقص ہونے کے باوجود ان کا بہت مختصر حصہ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

یہ ثابت کرنے کے لیے کافی ہے کہ موجودہ عالم کا یہ پیچیدہ نظم و ضبط خود بخود بغیر کسی صاحب عقل و علم طاقت کے پیدا کیے وجود میں نہیں آسکتا ہے۔ ایسی صورت میں یہ دلیل اسی وقت مکمل ہوگی جب اس عالم کائنات کے حیرت انگیز نظم و ترتیب کے کچھ نمونے بھی پیش کر دیے جائیں۔

درحقیقت معرفتِ خدا کی کنجی یہ ہے کہ کوئی چیز ہمارے نزدیک خواہ کتنی ہی معمولی ہو اسے ہم سرسری طور سے نہ دیکھیں۔ کیونکہ یہی حقیر موجودات اور معمولی واقعات ہیں جو بڑے بڑے عظیم علوم و فنون کا سرچشمہ قرار پائے ہیں۔ عام طور سے بلند پایہ مفکرین کی یہ خصوصیت ہے کہ وہ کسی چیز کو سرسری طور سے نہیں دیکھتے ہیں۔ انھوں نے انتہائی حقیر اور معمولی واقعات سے بڑے بڑے اہم نتائج نکالے ہیں۔

نیوٹن (Newton) نے درخت سے ایک عدد سیب گرنے سے ہمہ گیر قانون جذب و کشش کا انکشاف کیا۔ یونانی مفکر ارشمیدس نے محسوس کیا کہ ان کا جسم پانی میں پہنچ کر ہلکا پھلکا ہو جاتا ہے۔ اس کے ذریعہ "تعادل مایعات" کا اصول انھوں نے دنیا کے سامنے پیش کیا۔ گیلیلیو (Galileo) نے ایک مذہبی تقریب میں دیکھا کہ ایک جھاڑ ان کے سر پر ہل رہا ہے۔ اسی کو دیکھ کر انھوں نے سقوط اجسام کا اصول ایجاد کیا۔ بہت سے لوگوں کے سامنے درختوں سے پھل گرتے ہیں۔ انھیں پانی میں اپنا جسم ہلکا محسوس ہوتا ہے۔ چھت میں لٹکے ہوئے جھاڑوں کو وہ ہوا چلنے کی وجہ سے حرکت میں دیکھتے ہیں۔ لیکن ان واقعات سے وہ ان نتائج تک نہیں پہنچتے جن نتائج تک نیوٹن، ارشمیدس اور گیلیلیو پہنچے۔ اسی لیے قرآن مجید ان لوگوں کو خدا کا حقیقی بندہ سمجھتا اور کہتا ہے کہ جو اس عالم خلقت کے متعلق غور و خوض کریں اور اسے سرسری طور سے نہ دیکھیں۔

إِنَّ فِي خَلْقِ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَاخْتِلَافِ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ لَآيَاتٍ لِأُولِي
الْأَلْبَابِ ۝ الَّذِينَ يَذْكُرُونَ اللَّهَ قِيَامًا وَقُعُودًا وَعَلَىٰ جُنُوبِهِمْ وَيَتَفَكَّرُونَ
فِي خَلْقِ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هَٰذَا بَاطِلًا سُبْحَانَكَ فَقِنَا

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

عَذَابَ النَّارِ ۝ (آل عمران - ۱۹۰-۱۹۱)

۲- نظم و ترتیب - یعنی چہ؟

اس عالم کا منظم اور مرتب ہونا اگرچہ کوئی ایسی بات نہیں ہے جو ڈھکی چھپی ہو لیکن مندرجہ ذیل امور کی طرف متوجہ ہونے کے بعد کائنات کا منظم اور مرتب ہونا بہت نمایاں طور سے سامنے آجاتا ہے۔

۱- ہر جاندار کے وجود میں آنے کے لیے اور باقی رہنے کے واسطے کچھ خاص شرطوں کا ہونا ضروری ہے۔ مثلاً ایک سبز و شاداب درخت کے اگنے اور اس کے پھلدار ہونے کے لیے لازم ہے کہ بیج کسی ایسے مقام پر بویا جائے جہاں کی زمین، ہوا اور گرمی کا درجہ اس کے مناسب ہو۔ بغیر اس کے نہ وہ بروقت غذا حاصل کرسکتا اور نہ سانس لے سکتا ہے۔ اگر مخصوص حالات اور شرائط نہ موجود ہوں تو وہ دانہ ہرگز رو ئیدہ نہیں ہو گا، بیج نیست و نابود ہو جائے گا، اس میں اکھوا نہیں پھوٹے گا۔ کسی درخت کی زندگی کچھ ایسے تکوینی اصول کے ماتحت ہوا کرتی ہے جن کے دائرے میں اس کی جڑ سے لے کر تنے تک، شاخوں سے لے کر پتیوں تک سب چیزیں داخل ہوتی ہیں۔ ہر طرح کے حالات و شرائط میں کسی بیج کا درخت کی صورت میں آنا ممکن نہیں ہے۔

۲- یہ بھی نظر آتا ہے کہ ہر چیز کا ایک اثر اور اس کی ایک خاصیت ہے جسے اگر اس سے الگ کر دیا جائے تو وہ نیست و نابود ہو جائے گی۔ نمونے کے طور پر انسان کے بدن کو لے لیجیے حضرت علی ابن ابی طالب کے بقول وہ خود ایک عظیم الشان عالم ہے۔ یہ انسان جب کوئی کام کرنے کا ارادہ کرتا ہے تو اس کے جسم کے تمام اعضا دانستہ یا نادانستہ طور سے اس کے ساتھ ہم آہنگی کرتے نظر آتے ہیں۔ اگر اس جسم میں معمولی سی خراش لگ جاتی ہے تو فوراً خون کے سفید جرثومے ایک منظم و وفادار جنگی فوج کی طرح دشمن کے مقابلے کی غرض سے اسی جگہ اکٹھا ہونا شروع ہو جاتے ہیں۔

۳- اس عالم کائنات پر نظر کرنے سے پتہ چلتا ہے کہ ایسا نہیں ہے کہ کسی ایک جاندار کے اجزا کے درمیان تعاون اور باہمی امداد کارفرما ہو بلکہ یہ ہم آہنگی پورے کرۂ زمین کے موجودات

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

بلکہ اس سے بڑھ کر مختلف آسمانی کروں کے درمیان پائی جاتی ہے۔ سورج چمکتا ہے، پانی بخارات کی شکل اختیار کرتا ہے، ہوا بادلوں کو ادھر ادھر حرکت دیتی ہے، کہیں موسلا دھار یا ہلکی بارشیں ہوتی ہیں، کہیں روئی کے گالوں کی طرح برف گرتی ہے۔ تب جا کے درختوں اور پودوں میں زندگی کی لہر دوڑتی ہے۔

مذکورہ بالا باتوں کے ذہن نشیں ہو جانے کے بعد یقیناً یہ سمجھ میں آجانا چاہیے کہ کسی چیز کے منظم اور مرتب ہونے سے کیا مراد ہے۔؟

د۔ ارادی اور غیرارادی :

ہمیں دو طرح کے افعال اپنی آنکھوں سے نظر آتے ہیں، جنھیں دیکھتے ہی بغیر غور کیے فوراً ہم فیصلہ کر دیتے ہیں کہ ان میں سے کون ارادہ و اختیار اور عقل و شعور کا نتیجہ ہے ؟ کون غیر ارادی، غیر اختیاری اور عقل و شعور کی پیداوار نہیں ہے ؟ اس فیصلے میں کسی سلیم الطبع اور عقلمند آدمی کو دشواری محسوس نہیں ہوتی۔

دونوں قسم کے کاموں کی چند مثالیں ذیل میں درج کی جاتی ہیں:۔

آپ ایک کمرے میں داخل ہوئے۔ آپ نے دیکھا کہ دو آدمی دو کرسیوں پر بیٹھے ہیں۔ ان کے سامنے دو میزیں اور ان پر ٹائپ کی دو مشینیں رکھی ہیں۔ دونوں چاہتے ہیں کہ اردو زبان کے شاعر غالب کی اس شہرۂ آفاق غزل کو ٹائپ کریں جس کا پہلا شعر یہ ہے۔ ؎

یہ نہ تھی ہماری قسمت کہ وصال یار ہوتا
اگر اور جیتے رہتے یہی انتظار ہوتا

ان دونوں میں سے ایک پڑھا لکھا اور آنکھوں والا، اس کے برخلاف دوسرا ان پڑھ اور اندھا ہے۔ پہلا تعلیم یافتہ شخص جس کی آنکھیں صحیح و سالم ہیں کام شروع کرتا ہے۔ وہ سب سے پہلے "یہ" پھر "نہ" پھر "تھی" ٹائپ کرتا ہے جس سے مجموعاً "یہ نہ تھی" کا جملہ بنتا ہے۔ تھوڑی دیر میں وہ پوری غزل بالکل صحیح طور پر ٹائپ کر کے آپ کی خدمت میں پیش کر دیتا ہے۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اس کے بعد جاہل اور نابینا شخص اپنی مشین چالو کرتا ہے۔ چونکہ وہ حرف نہیں پہچانتا اور
...نہیں سکتا لہذا بہت سے صفحے یا بہت سی سطریں خراب کرنے کے بعد کاغذ پر کچھ مہمل، بے
... بے ربط فقرے آپ کو دکھائی دیں گے۔ یہ دونوں طرح کے صفحے جس عقلمند آدمی کے سامنے
... فت کیجیے وہ فوراً فیصلہ کر دے گا کہ پہلا کاغذ ایک پڑھے لکھے، سمجھدار آدمی کا
... کیا ہوا ہے اور دوسرے کاغذ کا ٹائپ کرنے والا ان پڑھ بیوقوف ہے۔ اگر ہزار نابینا
... جاہل لاکھوں کاغذ سیاہ کر کے چاہیں کہ غالب کی غزل کا صرف ایک نسخہ بالکل صحیح صحیح ٹائپ
... ہرگز ... ایسا نہیں کر سکیں گے کیونکہ ان کے پاس علم و بصارت نہیں ہے۔ جہاں کہیں
... وہ پہلا کاغذ آئے جس پر غالب کی غزل صحیح طور سے ٹائپ ہے وہ
... کیے کہہ دے گا کہ اسے کسی پڑھے لکھے آدمی نے پورے عقل و شعور اور
... کیا ہے ... وہ ہرگز اس کے بارے میں یہ تصور نہیں کرے گا کہ کسی جاہل
... کیجیے ٹائپ کی مشین کے تکموں پر انگلیاں مارتے رہنے سے یہ
... ہے ... بھی وہ تصور نہیں کر سکتا کہ کسی ناسمجھ کمسن بچہ کو یہ مشین کمرے
... سے کھیلنا شروع کر دیا جس کے نتیجہ میں یہ غزل اس کاغذ پر ہمارے

... اور کھود کا زمانہ ہے۔ آثار قدیمہ کے ماہرین کا مستقل مشغلہ ہے
... اونچے ٹیلوں کے دلوں میں اتر کر ان کی تہوں کا جائزہ لینا۔ ان
... کے سینہ میں جہاں انھیں کا واک پتھر ملتے ہیں وہاں زنگ خوردہ گھسے
... طرح کے برتن بھی دکھائی دیتے ہیں، ٹوٹی ہوئی دیواریں، ان پر مٹے مٹے
... ڈے موٹے ستون، مخصوص طرز کی محرابیں اور نہ جانے کیا کیا چیزیں دکھائی دیتی
وہ ... شوق اور انتہائی باریک بینی سے ان کے معائنے میں لگ جاتے ہیں۔ ان آثار کی
... رفتہ قوموں کا تمدن چمکتا ہوا نظر آتا ہے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

جب علماءِ افلاک عظیم الشان دوربینوں کے ذریعہ کرۂ مریخ کے مناظر اور اس کی سطح پر سفید سفید لہراتی ہوئی لکیریں دیکھتے تو کہتے ہیں کہ ہمارا خیال ہے کہ اِس کرّے میں کوئی انتہائی مہذب اور متمدن قوم رہتی ہے جو ہماری طرح کھیتی باڑی کرتی ہے۔ اس نے اپنی کھیتیاں سینچنے کے لیے باقاعدہ نہریں بنائی ہیں۔

ان مثالوں کی روشنی میں ایک عمومی اور ہمہ گیر اصول بنانا پڑتا ہے۔ وہ یہی کہ جب کسی چیز کی تشکیل و صورت اور ساخت سے پتہ چلے کر اس کے وجود کا کوئی مقصد ہے، اس کے مطابق اس میں نظم و ترتیب ہے تو اسے بلا شبہ کسی ایسے شخص کی کارگزاری ماننا پڑے گا جو سوچ سمجھ کر ارادے اور اختیار کے ساتھ اسے وجود میں لایا ہے۔ اس کے برخلاف ہر وہ چیز جس کے وجود کا کوئی مقصد نظر نہ آئے، اس کے مطابق اس میں نظم و ترتیب دکھائی نہ دے، اس کے بجائے اس میں بدنظمی اور بے ربطی ہو تو وہ اتفاقات کا نتیجہ یعنی اس کا کوئی ایسا سبب قرار دیا جائے گا جو عقل و شعور کی صفت سے محروم ہو۔

۴۔ عقل اور نظم کا رابطہ:

نظم و ترتیب کسی مقصد اور غرض کے ماتحت کسی شے کا ہونا یہ کیوں بتاتا ہے کہ اسے کسی عقل و شعور اور ارادے کی مالک طاقت نے بنایا ہے؟

اس سوال کا جواب واضح ہے۔ بے شک ایسا ہی ہے کہ جہاں بھی کسی چیز کے وجود میں نظم و ترتیب، مقصد و غرض دکھائی دیتا انسان فوراً بلا غور کیے فیصلہ کر دیتا ہے کہ اس کا موجد علم و شعور، ارادے اور اختیار والا ہے۔ یہ اس کا ایسا عقلی فیصلہ ہے جس کے لیے کسی استدلال کی ضرورت نہیں ہے۔ دلیل سے بے نیازی کے باوجود اچھا نہیں معلوم ہوتا کہ اسے بے استدلال چھوڑ دیا جائے۔ براہِ مہربانی مندرجہ ذیل نکات کی طرف توجہ فرمائیے۔

۱۔ صاف سی سیدھی بات ہے کہ جس طرح کسی چیز کا نہ ہونے کے بعد ہو جانا بتاتا ہے کہ اس کا کوئی نہ کوئی سبب ضرور ہے۔ اسی طرح اس کے صفات اور خصوصیات بھی کسی کے اضافے بعد

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

خصوصیات کی طرف راہنمائی کرتے ہیں۔ پہلے عرض کیا گیا کہ انسان کی بے آلائش فطرت کا اٹل فیصلہ ہے کہ کوئی چیز خود بخود بغیر کسی علت کے عدم سے وجود میں نہیں آتی ہے۔ جب ہمیں کوئی موٹر کسی چوڑی چکلی سڑک پر دوڑتی نظر آتی تو وہ خود بخود بزبان حال کہتی ہے کہ مجھے کسی نے بنایا ہے۔ میں خود بخود وجود میں نہیں آگئی ہوں۔ یونہی اس موٹر کے خصوصیات بھی اس بات کی پرزور گواہی دیتے ہیں کہ اس کا موجد ان تمام فنون سے واقف ہے جس کا تعلق موٹر بنانے کی صنعت سے ہے۔

میر انیس کا مرثیہ سامنے آنے کے بعد جس طرح کوئی شخص یہ نہیں کہہ سکتا کہ یہ ادبی شاہکار اتفاقی خود بخود وجود میں آگیا ہے، بلکہ ہر آدمی اقرار کرتا ہے کہ وہ کسی شاعر کا کلام ہے اسی طرح اس کے خصوصیات مثلاً گھوڑے اور تلوار کی تعریف یہ بتاتی ہے کہ میر انیس شہ سواری اور سپہ گری کے فن سے واقف تھے۔ ان کے مرثیوں کے بعینہ حصے گواہی دیتے ہیں کہ وہ انسانی نفسیات سے مکمل طور پر باخبر تھے۔ ہرگز کوئی شخص یہ نہیں کہہ سکتا کہ یہ ادبی شاہکار ایسے آدمی کے افکار کا نتیجہ ہے جسے اردو زبان کے خصوصیات کا بالکل پتہ نہ تھا۔ جسے واقعہ نگاری کے اصول رتی بھر معلوم نہ تھے۔ یہ مرثیے اتفاقاً اس کے زبان و قلم سے نکل گئے ہیں۔

یقیناً ہر انشاء پرداز کا مضمون، ہر خطیب کی تقریر بلکہ ہر انسان کا فعل اس کے معلومات کا درجہ اس کے اوصاف۔ اس کے نفسیات۔ اس کی صلاحیتیں بتاتا ہے۔ کسی چیز کا حکیمانہ نظم و ترتیب انتہائی صریح اور واضح گواہی دیتا ہے کہ اس کو وجود میں لانے والا عقل و شعور، ارادے اور اختیار، طاقت و اقتدار، فنی مہارت اور استادی کا مالک ہے۔

۲۔ یہ بات ہر سمجھدار آدمی جانتا ہے کہ انتخاب کرنا عقل و تدبر کی نشانی ہے۔ ظاہر ہے کہ کسی باقاعدہ عمارت بنانے کے لیے ہر قسم کے مصالحہ سے کام نہیں لیا جا سکتا۔ اس کے واسطے خاص طرح کا ساز و سامان درکار ہے۔ مثلاً ایک شاندار کوٹھی کی تعمیر کے لیے لوہے، سمنٹ، سیمنٹ، مورنگ، بالو اور لکڑی کی ضرورت ہے۔ کھال، اون، کاغذ، دفتی، کھانے پینے کی چیزوں سے کام نہیں چل سکتا۔ یہ بھی یقینی ہے کہ عمارتی سامان کی ہر مقدار مفید مطلب نہیں ہے۔ ہر چیز کا مخصوص

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اور معین مقدار ہونی چاہیے۔ اگر پانچ حصہ سیمنٹ اور ایک حصہ بالو ملا کر یا خالص سیمنٹ کا مصالحہ تیار کیا جائے تو غالباً وہ کارآمد نہ ہوگا۔ یونہی لوہے کو سریوں کی صورت میں اور لکڑی کو دروازوں، کھڑکیوں کی صورت میں ہونا چاہیے۔ گے بھی خاص طرح سے رکھے جائیں گے تب جاکے عمارت تیار ہوگی۔ اگر ہزاروں ٹن لوہا کیلوں کی شکل میں اور لکڑی لٹھوں کی صورت میں، گٹوں کو ہر جگہ کھمبوں کی شکل میں جوڑ دیا جائے تو نہ سلیپ لگ سکیں گے۔ نہ دیواریں کھڑی ہو سکیں گی۔ نہ کہیں ڈاٹیں بن سکیں گی۔ نہ دروازے اور کھڑکیاں وجود میں آئیں گی۔ ہزاروں بلکہ لاکھوں روپیہ لگ جانے کے بعد بھی عالیشان کوٹھی کا کیا ذکر، معمولی سا جھونپڑا بھی نہ بن سکے گا جس میں انسان اپنا سر چھپائے۔

کسی عمارت کے دیکھنے کے بعد یہی خاص طرح کا سامان۔ اس کی مخصوص مقدار۔ اس کی معینہ کیفیت اور شکل وصورت وہ ہے جس سے ہمیں پتہ چلتا ہے کہ اس کے بنانے میں کسی صاحب عقل وشعور کاریگر اور انجینئر کا ہاتھ ہے۔ دنیا میں ہر طرح کا ساز وسامان موجود ہے۔ وہ سب کو چھوڑ کر عمارتی سامان مہیا کرتا ہے پورا گودام نہیں ڈھولاتا۔ بقدرِ ضرورت رفتہ رفتہ لاتا ہے۔ پھر اسے ایسی صورت میں تبدیل اور مرتب کرتا ہے جس کے نتیجہ میں ایک ایسی عمارت وجود میں آسکے جو ہر موسم میں رہنے کے قابل ہو۔ جس سے ہمارے تمام ضروریات پورے ہوں۔

کھلی ہوئی بات ہے کہ اگر ان چاروں مرحلوں میں سے کسی ایک مقام پر بھی عقل وشعور، فنی واقفیت اور کارگزاری کا دخل نہ ہو بلکہ ہم ایسے اتفاقات کے انتظار میں ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھے رہیں جو ہمارے مقصد سے سازگار ہوں یا اپنا کام اناڑی لوگوں سے لینا چاہیں تو کبھی ہماری آرزو پوری نہیں ہوگی۔ تمام سامانوں کو چھوڑ کر عمارتی سامان کا انتخاب۔ اس کی مخصوص مقدار مخصوص کیفیت۔ خاص طرح سے اسے مرتب اور منظم کرنا ان میں سے ہر قدم عقل وتدبر، ارادہ واختیار، علم وحکمت اور فنی مہارت کے سایہ میں اٹھنا چاہیے۔

یہ وہ خصوصیات ہیں جنھیں دیکھ کر بغیر کسی غور وخوض کے فیصلہ کرنا پڑتا ہے کہ ہر منظم ومرتب چیز جس کی شکل وصورت بتائے کہ اس کے وجود کا کوئی خاص مقصد ہے ایسے سبب کی کارگزاری کا نتیجہ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

قرار پائے گی جس کے پاس عقل و شعور، علم و ارادہ سب کچھ ہو۔

۴۔ فرانس کے مشہور و معروف دانشور "بلیز پاسکال" (Blais Pscal) نے ۱۶۵۴ء میں حساب احتمالات (Probability) ایجاد کیا جس سے بہت سے علوم و فنون میں خصوصیت سے فزکس کے مسائل میں بڑا فائدہ اٹھایا جاتا ہے۔

اس حساب احتمالات سے بھی پتہ چلتا ہے کہ کوئی منظم اور مرتب چیز خود بخود وجود میں نہیں آئی ہے بلکہ اسے کسی صاحب عقل و شعور طاقت نے اپنے ارادے اور اختیار سے پیدا کیا ہے۔

حساب احتمالات کی وضاحت اور تفصیل یہ ہے۔

فرض کیجیے ایک بلند پایہ علمی کتاب ہمارے سامنے ہے۔ اس کی ضخامت سو صفحے کی ہے ہم نے اس کی جلد کو پھاڑ کر اس کے مرتب اوراق کو تتر بتر کر دیا۔ پھر انھیں اسی غیر مرتب صورت میں کسی اندھے، ان پڑھ شخص کے ہاتھ میں دے دیا کہ وہ دوبارہ انھیں ترتیب وار کتابی شکل میں قرار دے دے۔ چونکہ وہ جاہل اور اندھا ہے اس لیے وہ ان میں سے ایک ورق اٹھائے گا۔

ظاہر ہے کہ اس کا ورق اول ہونا سو احتمالوں میں سے ایک احتمال ہے۔ وہ جاہل اندھا یہ ورق جس نمبر کا بھی ہو اُسے اٹھا کر الگ کر دیتا ہے۔ اس کے بعد دوبارہ ایک ورق اس امید سے اٹھاتا ہے کہ وہ کتاب کا دوسرا ورق ہو۔ اس کے دوسرے ورق ہونے کا احتمال ۹۹ احتمالوں میں سے ایک ہے۔ بنابریں ایک اور دو کے نمبر ترتیب وار یہ جاہل اندھا قرار دینے میں کامیاب ہو جائے یہ دس ہزار احتمالوں میں سے ایک احتمال ہے یعنی $\frac{1}{100} \times \frac{1}{100} = \frac{1}{10000}$ ان دس ہزار احتمالوں میں سے ایک مطابق واقع ہے۔ یہ وہ صورت ہے کہ اس اندھے جاہل شخص نے پہلی مرتبہ ورق اول۔ دوسری مرتبہ ورق دوم اٹھایا ہو۔ اسی طرح اگر پھر وہ کوئی ورق، ورق سوم اٹھانے کی غرض سے اٹھائے تو اس کی کامیابی کا احتمال ۹۸ احتمالوں میں سے ایک ہے۔ یعنی پہلے، دوسرے اور تیسرے ورق کا مرتب طور پر نکل آنا دس لاکھ احتمالوں میں سے ایک احتمال ہے۔

نتیجہ یہ نکلا کہ اس بات کا احتمال کہ یہ بیچارہ جاہل نابینا شخص اتفاقی طور پر اس سو صفحے کی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کتاب کو دوبارہ پہلے کی طرح ترتیب دے دے، غیر محدود احتمالوں میں سے ایک کمزور احتمال ہے۔

اگر کوئی شخص کسی مرتب اور منظم چیز کے متعلق یہ دعویٰ کرے کہ اس کا نظم وضبط اتفاقی طور پر ہے تو اس احتمال کو مذکورۂ بالا حساب احتمالات کے ذریعہ انتہائی کمزور کیا جا سکتا ہے۔

کہیں یہ خوش نظمی بدنظمیوں کا نتیجہ نہ ہو!

مادہ پرست وجود خدا کے منکرین کا طبقہ کہہ سکتا ہے:

"سب سے مضبوط اور بنیادی دلیل وجود خدا کو ثابت کرنے کے لیے یہی پیش کی جاتی ہے کہ ہمیں پوری کائنات میں اغراض ومقاصد کے لحاظ سے خاص توازن اور نظم وضبط دکھائی دیتا ہے۔ ایسا اتفاقی طور پر نہیں ہو سکتا۔ یہ دلیل اس دعوے کو اس صورت میں ثابت کرتی ہے کہ جبکہ ہر چیز شروع سے ہی ایسی متوازن اور منظم وجود میں آئی ہو۔ کیا یہ ممکن نہیں ہے کہ پیدائش عالم کی ابتدا میں ہزاروں ناموزوں، غیر منظم، ناقص، معیوب موجودات ہوں۔ کروڑوں برس کی مدت میں رفتہ رفتہ عیوب اور نقائص دور ہوئے اور بے شمار تغیرات کے بعد تدریجاً وہ اس ارتقاء و کمال کی منزل تک پہنچے۔؟

بنا بریں موجودہ ارتقاء، توازن، تناسب، نظم وضبط تدریجی ترقیوں کی ایک لمبی زنجیر کی آخری کڑی ہے۔ ایسی صورت میں یہ ممکن ہے کہ وہ عقل وشعور کے بجائے اتفاقات کی پیداوار ہو۔

زیادہ واضح الفاظ میں یوں کہا جائے کہ خدا پرستوں کا کہنا ہے کہ یہ عالم خود بخود اتفاقاً موجود نہیں ہو سکتا کیونکہ اس میں ہمیں نظم وضبط دکھائی دیتا ہے۔ لیکن ہم مادہ پرست اس کے مقابلے میں کہتے ہیں کہ ہو سکتا ہے کہ ابتداءً خود بخود ہزاروں غیر منظم، بے فائدہ موجودات، ہزاروں معیوب، ناقص جانور اور درخت پیدا ہوتے ہوں۔ چونکہ وہ مکمل طور سے باقی رہنے کے شرائط کے مالک نہیں تھے لہٰذا رفتہ رفتہ فنا ہو گئے۔ ان کے صرف موزوں حصے باقی رہ گئے۔ انھوں نے آہستہ آہستہ یہ صفتیں خود بخود حاصل کر لیں جو اس وقت ہمارے سامنے ہیں یہ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اٹھارھویں صدی کے فلاسفر میں سے "ڈینس ڈائیڈرید (Denis diderot)" کا غالباً یہی نظریہ تھا۔ وہ کہتے ہیں :

"ہم اس دور میں موجودات کو دیکھتے اور انھیں کامل پاتے ہیں۔ ہمیں اس کی خبر نہیں کہ نیچر کے آغوش میں کتنے ناقص موجودات نے آنکھیں کھولیں؟ رفتہ رفتہ وجود زندگی کے اس درجہ تک پہنچا ہے"

(قصۃ الفلسفۃ الحدیثۃ)

بہرکیف مادہ پرستوں کی ایک جماعت بڑے شدومد سے یہ اعتراض کرتی ہے۔ درحقیقت یہ اعتراض ڈارون (Darwin) کے "انتخاب طبیعی" کے نظریہ میں وسعت پیدا کرتا ہے۔ انھوں نے اس خیال کا اظہار صرف جانداروں کے متعلق کیا ہے لیکن مادیین نے اس خیال کی چہاردیواری میں تمام موجودات کو داخل کرلیا ہے۔ بعید نہیں کہ ڈارون کے نظریے کی بنیاد اسی ہمہ گیر اصول کے اوپر ہو۔

مذکورۂ بالا نقطۂ نظر گوناگوں وجوہ سے صحیح نہیں ہے۔

۱۔ ہی حساب احتمالات اس کے منافی ہے۔

آپ کی نظر میں ہے کہ ہم نے عرض کیا کہ اس عالم میں جب کوئی چیز ہماری آنکھوں کے سامنے پیدا ہو تو اس کے مختلف طریقوں سے وجود میں آنے کے احتمالات کا ہمیں حساب لگانا چاہیے۔ اس کے بعد یہ دیکھنے کی ضرورت ہے کہ اس کے صحیح اور منظم وجود کے احتمال کی نسبت دوسرے احتمالات سے کیا ہے؟ مثلاً: جس وقت ہم آنکھیں بند کرکے قلم کو صفحۂ کاغذ پر رکھکر حرکت دیں تو چند احتمال ہیں۔ محتمل ہے کہ اس جنبش کے نتیجہ میں ایک خط مستقیم بصورت الف صفحۂ کاغذ پر ابھر آئے۔ ممکن ہے کہ ایک خط منحنی کھنچ جائے۔ اس کی بھی مختلف شکلیں ہو سکتی ہیں خلاصہ یہ ہے کہ ایک حرف کی پیدائش کے سلسلے میں بہت سے احتمالات ہیں جن میں سے ایک صحیح اور بقیہ غلط ہیں۔ جب ایک حرف کے صحیح طور سے ابھرنے کے لیے بیسوں احتمال ہیں تو ایک مکمل جملے، ایک منظم قصیدے، ایک علمی مضمون، ایک بلند پایہ کتاب کے اتفاقی طور سے۔ قلم کی غیر شعوری حرکت کے نتیجہ میں موجود

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ہونے کے لیے احتمالات کی تعداد لاکھوں تک پہنچ جائے گی۔

اس بنا پر ہمارا دعویٰ ہے کہ موجودہ نظم کائنات جس طرح بھی پیدا ہوا ہو دفعتاً یا تدریجاً اس دلیل احتمالات کی روشنی میں خود بخود نہیں ہو سکتا، یعنی یہ احتمال اتنا کمزور ہے جو صفر کے برابر ہے۔

بالفرض اگر ہم میں سے کوئی شخص کولمبس (Columbus) کے ساتھ پہلے پہل امریکہ گیا ہوتا۔ وہاں کے باشندوں میں سے کوئی اسے اتفاق سے دکھائی نہ دیتا۔ صرف ایک عظیم الشان شہر کے آثار آنکھوں کے سامنے آتے جہاں رہنے والا کوئی نظر نہ آتا۔ نقط منظم، وسیع سڑکیں، گوناگوں خوبصورت عمارتیں، سبز و شاداب پارک، شہر کے مختلف حصوں میں بلندیوں پر حسین مجسمے سلیقہ سے نصب دکھائی دیتے تو اگر تمام دنیا کے لوگ مل کر اسے یقین دلاتے کہ یہ سب مناظر نیچرل اسباب کا اتفاقی نتیجہ ہیں۔ کروڑوں سال کی طویل مدت میں دھیمی اور تیز ہوائیں، ہلکی اور موسلا دھار بارشوں، سورج کی دھوپ اور چاند کی چاندنی نے مختلف ناقص اور غیر ناقص نقوش وجود ابھارے۔ ان میں سے صرف یہ آثار اپنے کو باقی رکھ سکے ہیں۔ ان کے علاوہ بقیہ خود بخود نیست و نابود ہو گئے۔ ان موجودات کو کوئی باشعور طاقت منصۂ شہود پر نہیں لائی ہے تو کیا وہ شخص ان یقین دہانیوں سے رتی بھر متاثر ہوتا؟ کیا اس کے برعکس ہر صاحب عقل اس قسم کی چیزوں کو دیکھ کر یقینی طور سے فیصلہ نہ کر دیتا کہ انھیں کوئی باشعور طاقت اپنے ارادے سے وجود میں لائی ہے؟

یونہی اگر بوعلی سینا کا قانون، ملا صدرا کی اسفار، غزالی کی احیاء العلوم یا کوئی کتاب ہمارے ہاتھ میں دے دی جائے تو کیا ہمیں اس کے متعلق یہ شبہ ہوگا کہ یہ کتاب بے سواد، ان پڑھ لوگوں کے قلم کی لاکھوں جنبشوں کے نتیجہ میں اتفاق سے مرتب ہو گئی ہے؟ یہ بے شمار نسخوں میں سے ایک نسخہ ہے۔ ناقص کتابیں تدریجاً فنا ہو گئیں اور یہ کامل نسخہ باقی رہ گیا۔

شرائط بقا اور شرائط ارتقاء اگر مادہ پرستوں کا یہ خیال صحیح ہو کہ شروع میں کروڑوں غیر منظم، ناقص

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

موجودات تھے۔ رفتہ رفتہ وہ باقی رہنے کی صلاحیت سے محروم ہونے کی بنا پر فنا ہو گئے۔ صرف ایسے موجودات باقی رہے جو استعداد بقاء کے مالک تھے تو یہ ماننا پڑے گا کہ تدریجی ارتقا صرف ایسے نظم و توازن کو پیدا کر سکتا ہے جو بقاء موجودات کی پہلی شرط ہو لیکن وہ اُن کے ایسے دوسرے کمالات کا ذمہ دار نہیں ہو سکتا جو ان کی زندگی میں دخیل اور مؤثر نہیں ہے۔

اس مختصر سی بات کی تفصیل یہ ہے کہ اس وقت موجودات عالم میں ہمیں دو طرح کا نظام اور تناسب دکھائی دے رہا ہے۔ ایک وہ نظم جو ان کی بقا کی شرط ہے۔ یہ نظم اگر قائم نہ رہے تو وہ موجودات نیست و نابود ہو جائیں گے۔ اس کے علاوہ دوسرا انتظام و توازن وہ ہے جو ان موجودات کی زندگی اور بقا میں دخیل نہیں ہے۔ اس کے سایہ میں یہ صرف ترقی کے منازل طے کرتے، پھلتے پھولتے اور پروان چڑھتے ہیں۔ اس نظم کے نہ ہونے کی وجہ سے موجودات فنا نہیں ہو جائیں گے۔ اس کا نہ ہونا صرف ان کی راحت میں خلل انداز ہوگا۔ انھیں زحمتوں اور دشواریوں سے دوچار کر دے گا۔ ظاہر ہے کہ تدریجی ارتقار کو صرف نظم و توازن کی پہلی قسم کا سبب قرار دیا جا سکتا ہے کیونکہ اس نظریے کے مطابق ناقص موجودات صلاحیت بقار سے محروم ہونے کی بنا پر فنا ہو گئے اور بقیہ استعداد بقار کے مالک ہونے کی وجہ سے باقی رہ گئے ہیں۔ لیکن مادہ پرست طبقے کے خیال کی روشنی میں نظم موجودات کی دوسری قسم کا کیا سبب قرار دیا جائے گا جس کا ان کی بقار اور زندگی سے کوئی تعلق نہیں ہے۔؟

اس مطلب کی مزید وضاحت کی خاطر ہزاروں مثالوں میں سے چند مثالیں بطور نمونہ ذیل میں درج کی جاتی ہیں:

۱۔ انسان کے جسم میں بیسیوں ایسی خصوصیتیں دکھائی دے رہی ہیں جن کے نہ ہونے سے اس کی زندگی ہرگز خطرے میں نہیں پڑے گی۔ مثلاً اگر بالوں کی جڑوں کے اردگرد چربی کے غدود نرم کرنے کی غرض سے نہ ہوں۔ اگر آواز کی لہروں کو اکٹھا کرنے کے لیے کانوں کی لویں اور ان کے زاویے نہ ہوں۔ اگر آنکھوں کو گرد و غبار سے بچانے کی خاطر پلکوں کی چلمنیں نہ ہوں۔ اگر امواج

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

نور کے جمع کرنے کے واسطے آنکھوں کی پتلیوں میں اندھیرا نہ ہو۔ اگر دانتوں کی تین قسمیں نہ ہوتیں سامنے کے دانت کاٹنے کی غرض سے۔ وسطی دانت پھاڑنے کی غرض سے۔ ڈاڑھیں چبانے اور پیسنے کی غرض سے۔ اگر ہمارے ہاتھوں کی ہتھیلیوں میں یہ لکیریں نہ ہوتیں جو چیزوں کو پھسل کر نکل جانے سے روکتی ہیں۔ اگر ہاتھوں اور پیروں کی ہڈیوں کے یہ موجودہ جوڑ نہ ہوتے جو انتہائی سہولت کا باعث ہیں تو ہرگز انسان مر نہ جاتا۔ صرف زحمت میں گرفتار ہو جاتا۔ اس کی زندگی میں تلخی پیدا ہو جاتی۔ وہ راحت و آرام کے ساتھ زندہ نہ رہ سکتا۔ آیا تدریجی ارتقاء کا اصول انسانی جسم کے اس طرح کے نظم و توازن کی وجہ بتا سکتا ہے۔؟

ب۔ اگر ہماری زمین کے سینے میں طرح طرح کے معدن نہ ہوتے۔ اگر بجلی کی طاقت نہ ہوتی۔ اگر موجودات عالم کے دل میں ایٹمی توانائی نہ ہوتی۔ اگر تمام خشکیاں زمین کے نصف کرۂ جنوبی میں ہوتیں اور تمام سمندر اس کے دوسرے نصف کرۂ شمالی میں واقع ہوتے۔ اگر زمین میں غیر معمولی نشیب و فراز ہوتا۔ اگر تمام دریا اور سمندر ایسے کھاری پانی سے بھرے ہوتے جس کا پینا کسی جاندار کے لیے خوشگوار نہ ہوتا۔ اگر پرندوں کا جسم پروں سے ڈھکا ہوا نہ ہوتا اگر ان کی موجودہ ساخت نہ ہوتی۔ اگر ان کا وزن دوسرے زمین کے جانوروں سے کم نہ ہوتا۔ اگر وہ سب بڑے بڑے چمگادڑوں کی طرح وزنی ہوتے، اگر وہ انڈوں کے بجائے بچے دیتے اور ایسے ہی دوسرے صفات سے متصف ہوتے تو کیا ہم اور وہ فنا ہو جاتے۔؟ ہرگز نہیں۔ فقط آرام کی زندگی نہ بسر کر سکتے۔ اپنی زندگی سے پورا پورا فائدہ نہ اٹھا سکتے۔

خلاصہ یہ کہ عالم ہستی کا دائرۂ نظم و تناسب ارتقاء تدریجی کے محور بحث سے بہت زیادہ وسیع ہے کیونکہ اس بحث کا محور "انتخاب طبیعی" "بقاء اصلح" ماحول کے غیر مطابق، ناقص موجودات کی فنا کے مسائل کے گرد چکر لگاتا ہے۔ کھلی ہوئی بات ہے کہ یہ رخ نظم کے صرف ایک حصہ یعنی کم از کم شرائط حیات کے دائرے میں اپنا مصداق پیدا کر سکتا ہے۔ لیکن اس کی تطبیق ان کمالات، ان دقیق و عمیق باریکیوں پر نہیں ہو سکتی جن کا دخل موجودات کی اصل

© rasailojaraid.com